Mujalla Islami Fikr-o-Tahzeeb (MIFT)
Volume 4 Issue 1, Spring 2024
ISSN(P): 2790 8216 ISSN(E): 2790 8224
Homepage: https://journals.umt.edu.pk/index.php/mift

Article QR

برصغیر میں فقہ اسلامی کے اجتماعی اجتہاد کے رجحان کا تجزیاتی مطالعہ

Title: **An analytical study of the trend of collective ijtihad of Islamic jurisprudence in the subcontinent**

Author (s): Haq Nawaz [1]

Affiliation (s): 1 Religious Affairs Branch, DHA Lahore , Pakistan.

DOI: https://doi.org/10.32350/mift.41.04

History: Received: Jan 22, 2024, Revised: Mar 27, 2024, Accepted: April 13, 2024, Published: June 26, 2024

Citation: Nawaz, Haq. “An analytical study of the trend of collective ijtihad of Islamic jurisprudence in the subcontinent.” *Mujalla Islami Fikr-o-Tahzeeb* 4, no. 1 (2024): 49–68. https://doi.org/10.32350/mift.41.04

Copyright: © The Authors

Licensing: This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest

A publication of
Department of Islamic Thought and Civilization, School of Social Sciences and Humanities
University of Management and Technology, Lahore, Pakistan

برصغیر میں فقہ اسلامی کے اجتماعی اجتہاد کے رجحان کا تجزیاتی مطالعہ

An analytical study of the trend of collective ijtihad of Islamic jurisprudence in the subcontinent

Haq Nawaz*

Religious Affairs Branch, DHA Lahore, Pakistan.

Abstract

The trend of collective ijtihad is the most important trend found in the subcontinent. If we look at the history of Islamic jurisprudence, Islamic jurisprudence has been prevailing on private practices, but with the passage of time, this concept emerged that collective ijtihad should be promoted in Muslim countries. The strong voices of this trend in the subcontinent are Allama Muhammad Iqbal, Maulana Muhammad Taqi Amini, Maulana Muhammad Yusuf Banuri, Dr. Hameedullah and Dr. Mahmood Ahmed Ghazi. Collective ijtihad is possible in many cases. For example, one case is that ijtihad e mutlaq should not be done. However, if necessary, the problems can be solved in the light of the principles of aimma arbaa. But these jurists have also set conditions for mujtahids for collective ijtihad, which is very important to take into account. Collective ijtihad is a modern trend, so its definitions have been defined differently by different scholars. A definition has not yet been agreed upon. Nowadays, when the world has become a global village, there is an urgent need for collective ijtihad. The possible cases for collective ijtihad may be, change of age and alias, change of expediency, collective ijtihad in issues of collective nature, in legislation, in judicial matters, in economic affairs, etc.

Keywords: Quran, sunnat, Islamic jurisprudence،Ijtihad, Effort, ancient, contemporary, collective ijtihad, jurists.

ا. تمہیدی کلمات

فقہ اسلامی کے حوالے سے عصر حاضر کا ایک اہم ترین رجحان اجتماعی اجتہاد کا رجحان ہے۔ عصر حاضر میں زمانہ کی رفتار تیز ہونے کے ساتھ علوم جدیدہ کی کثرت ہو رہی ہے۔ نت نئی سائنسی ایجادات وجود میں آ رہی ہیں۔ اس اعتبار سے علوم اسلامیہ میں بھی انقلاب لانے کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔ زمانہ کے انقلاب کو مد نظر رکھتے ہوئے برصغیر میں ایک خاص رجحان ابھر کر سامنے آیا کہ اگر فقہ اسلامی نے نئے انقلابات کا مقابلہ کرنا ہے، اپنی شناخت برقرار رکھنی ہے تو اب انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی اعتبار سے مل کر اس کار خیر میں حصہ لینا ہوگا۔ دنیا گلوبل ولیج کی صورت اختیار کر چکی ہے اب تقریبا مسائل ایک جیسے ہو چکے ہیں تو اجتماعی اجتہاد کی ضرورت پیدا ہو چکی ہے جس کو اجتماعی اجتہاد کا نام دیا گیا۔

۲. بنیادی سوال

اس آرٹیکل میں ہم برصغیر میں پائے جانے والے فقہ اسلامی کے اجتماعی اجتہاد کے رجحان کا جائزہ لیں گے کہ کس طرح اس رجحان کو بروئے کار لاتے ہوئے برصغیر میں اجتماعیت کا رجحان پیدا کیا جا سکتا ہے۔

*Corresponding author: drhaqnawaaz@gmail.com

۳. شخصی اجتہاد سے اجتماعی اجتہاد کا سفر

تاریخ اسلامی میں اسلامی فقہ پرائیویٹ صورتوں میں رائج رہی۔ ریاستی عمل دخل نہ کیا گیا۔ تمام فقہیں فقہاء کرام اور مجتہدین کے عالی دماغوں اور ان کی محنت و فکر کا نتیجہ ہیں۔ اگر کہیں حکمرانوں کی جانب سے عمل دخل کی کوشش ہوئی تو اسے مسترد کر دیا گیا۔ نتیجتاً اسلامی قانون سازی ریاستی عمل دخل سے مکمل آزاد رہی۔[1] خلیفہ منصور نے امام مالکؒ کو کہا تھا کہ ان کی موطا عباسی سلطنت کا سرکاری قانون بنانا چاہتا ہوں تو انہوں نے اس رائے کی مخالفت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین سب تک پہنچ گئے اور وہ ان پر عمل کر رہے ہیں۔[2]

معلوم ہوا کہ متعین قوانین کی ضرورت نہ محسوس کی گئی بلکہ فقہاء اور قاضی اپنے اجتہادات کے مطابق فتاوی اور فیصلے دیا کرتے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ مسلم ممالک مغربی استعمار کا شکار ہوتے چلے گئے۔ مغربی ریاستوں میں قانون سازی ریاستی سطح پر ہوتی ہے۔ ان کا قانون بھی دفعات وار ہوتا ہے۔ تو جہاں جہاں ان کو موقع ملا مسلم قاضیوں اور ججز کو برطرف کر کے اپنے قوانین کے نفاذ کی کوششیں کیں۔ پھر جب مسلم ممالک کو استعماری قوتوں سے آزادی ملی تو ذہن اسلامی طرز قانون سے نامانوس ہو چکے تھے۔ اس لئے بعض ریاستوں میں مغربی قانون نافذ کیا گیا۔ ۱۸۷۷-۱۸۸۵ مصر میں نپولین کوڈ پر دیوانی، فوجداری اور تجارتی قانونی ضابطے مقرر کئے گئے۔[3] مصر، شام، لبنان، مراکش اور عراق وغیرہ میں مغربی طرز کے قانونی ضوابط نافذ ہوئے۔[4]

ایسی صورتحال میں شدت سے ضرورت محسوس ہوئی کہ اسلامی قوانین بھی اسی طرح دفعات وار مرتب کئے جائیں۔ بیسویں صدی تک اس آواز نے تحریک کی صورت اختیار کر لی اور مختلف ممالک میں عمل درآمد بھی ہونے لگا۔ اس حوالہ سے چند عمدہ کاوشیں بھی عمل میں آئیں۔ چنانچہ بیسویں صدی کے معروف یہ ڈاکٹر مصطفی الزرقا نے اپنی تصنیف "المدخل الفقہی الاسلامی" میں شخصی اور مالی معاملات کو دفعہ وار یہ پیش کیا۔ اسی طرح جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن نے "مجموعہ قوانین اسلام" کے نام سے شخصی قوانین کو دفعہ وار پیش کیا۔ انہی کاوشوں کے ضمن میں یہ تصور ابھرا کے مسلم ممالک میں اجتماعی اجتہاد اور اجماع کو فروغ ملنا چاہیے۔

۴. اجتماعی اجتہاد کے رجحان کا ارتقاء

اس حوالہ سے مفتی محمد عبدہ نے یہ رجحان پیش کیا کہ عصر حاضر میں اجماع اولوالامر کے باہم اتفاق کا نام ہے۔ وہ حضرات قرآن و سنت سے احکام مستنبط کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں اسی طرح دور حاضر کے سیاسی اقتصادی اور تمدنی حالات کی مکمل خبر گیری رکھتے ہوں۔ ایک اہل شوری کا قیام ہو جس میں علماء و فقہاء کے علاوہ دیگر شعبوں کے ماہرین بھی شامل ہوں۔ ان افراد کا تقرر انتخاب کے ذریعہ سے ہو۔ پھر ان افراد کا کسی مسئلہ

---

[1]۔ حمید اللہ، ڈاکٹر، **امام ابو حنیفہ کی تدوین قانون اسلامی** (کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۸۳)، ۲۳_۲۱؛ ڈاکٹر حمید اللہ، **خطبات بہاولپور** (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۹۷ء)، ۱۱۹۔

[2]-الزرقانی، محمد، **مقدمه شرح الزرقانی علی الموطا الامام مالک** (قاہرہ: المکتبۃ التجاریہ، ۱۳۵۵ھ)، ۱/ ۷، ۸۔

[3]- N. J. Coulson, *A History of Islamic Law* (Edinburg: Edinburgh University Press, ۱۹۶۴), ۱۵۲.

[4]۔ محمصانی، صبحی، **فلسفہ شریعت اسلام**، مترجم مولوی محمد احمد رضوی (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۹ء) ص ۹۴-۱۱۴

میں اتفاق کرنا امت کے اجماع کا درجہ رکھے، اور ان کے فیصلے اور قوانین نا صرف عوام بلکہ حکومت کے لئے بھی واجب الاطاعت ہوں۔[۵] ان کا نظریہ یہ ہے کہ اس اجماع کے لئے کسی اجتماعی جگہ مثلاً اسمبلی یا کسی پارلیمنٹ کو مناسب سمجھتے تھے۔[۶]

علامہ محمد اقبال نے پھر یہ رجحان پیش کیا کہ اسلامی قانون کی جدید تفسیر کے لئے ایک سے زائد افراد کی ضرورت ہے۔ جو قانون اسلامی کو جدید انداز میں مرتب کرنے کے ساتھ ساتھ اسے وسعت بھی دیں۔ تا کہ دور حاضر کے تمام تمدنی تقاضے پورے کر سکیں۔[۷] اس سے انہوں نے بھی اجتہاد کا حق پارلیمنٹ کو سونپنے کی رائے پیش کی۔ ان کی رائے یہ تھی کہ پارلیمنٹ میں علماء ورد گار کی حیثیت سے اپنا کردار ادا کریں۔[۸] علامہ اقبال نے پارلیمنٹ کو حق اجتہاد دینے کا تصور تو مصطفی کمال کے ترکی کی گرینڈ نیشنل اسمبلی کو حق اجتہار دینے سے متاثر ہو کر پیش کیا۔ مگر جب اس اسمبلی نے افسوس ناک فیصلے شروع کر دیئے۔ مثلاً اذان و نماز ترکی زبان میں، اسی طرح عربی رسم الخط کی جگہ لاطینی رسم الخط کو رائج کرنا۔ تو علامہ اقبال کو اس پر دکھ ہوا اور اس کی مخالفت بھی کی۔[۹] جب علامہ صاحب نے مصطفی کمال پر عدم اعتماد کر کے مخالفت کی تو علامہ صاحب کا یہ رجحان کے اجتہاد کا حق پارلیمنٹ کو دیا جائے یہ بھی مشکوک ہو گیا۔[۱۰] علامہ صاحب کا تصور بھی یہ اندازہ دیتا ہے کہ یہ بھی اجماع کے قائل تھے۔ البتہ ان کے بارے میں یہ خیال بھی ہے کہ انہوں نے اجماع کا تصور نہیں دیا تھا بلکہ اجتماعی اجتہاد کا تصور دیا۔

بہر حال امت میں اجماع کے تصور کو تو اہمیت نہ مل سکی۔ البتہ اجتماعی اجتہاد کی راہیں ہموار ہو گئیں۔ اس حوالہ سے اس نظریہ کے حاملین نابغہ روز گار شخصیات جڑ رہی ہیں۔ اس سلسلہ کی کڑی کو مولانا تقی امینی نے آگے بڑھایا۔ اسی موضوع پر کتب لکھنے کے ساتھ ساتھ یہ رجحان پیش کیا کہ اجتہاد کی صلاحیت رکھنے والوں کی مجلس قائم ہو۔ اس میں ہر ضرورت کے ماہرین شامل ہوں۔ طریقہ کار اسی طرح کا ہو جیسا کہ فقہ حنفی کی تدوین کے وقت امام صاحب نے اختیار کیا تھا۔[۱۱]

مولانا نے اس حوالہ سے عملی کوششیں بھی کیں جس کے نتیجے میں ندوہ میں " مجلس تحقیقات شرعیہ " کا قیام ہوا۔ اس مجلس کے کنوینئر کی حیثیت سے فرائض سرانجام دیئے۔[۱۲] اسی طرح مولانا محمد یوسف بنوری بھی اجتماعی اجتہاد کے تصور کی تائید کرتے تھے ان کا رجحان بھی یہی تھا کہ قدیم فقہی ذخیرہ کو جدید قالب میں ڈھال کر پیش کیا جائے۔ تا کہ جدید دور کے تقاضوں کو پورا کیا جا سکے۔ البتہ ان کا خیال یہ تھا کہ یہ کام علماء ہی کریں اور اس کے لئے ایک مرکز پر جمع ہوں۔[۱۳]

---

[۵]– Ahmed Hasan, *The Doctrine of Ijma in Islam* (Islamabad: Islamic Research Institute Islamabad ۱۹۷۸), ۲۴۴-۲۵۰۔

[۶]–رضا، رشید، محمد، **الخلافة اوالامارة العظمی** (مطبعۃ المنار ۱۳۴۱ھ) ۹۲_۹۴۔

[۷]– محمد اقبال، علامہ، **قومی زندگی مشمولہ مقالات اقبال**، مرتبہ عبد الواحد معینی (لاہور: شیخ محمد اشرف ۱۹۶۳ء)، ۴۳، ۴۲۔

[۸]– محمد اقبال، علامہ، **تشکیل جدید الٰہیات**، مرتب سید نذیر نیازی (لاہور: بزم اقبال ۲۰۰۰ء)، ۲۴۹-۲۴۸۔

[۹]۔ تحسین فراقی، **اقبال چند نئے مباحث** (اقبال اکادمی لاہور ۲۰۰۳ء)، ۶۳

[۱۰]۔ **اقبال چند نئے مباحث**، ص ۵۰، ۴۹

[۱۱]–**مسئلہ اجتہاد پر تحقیقی نظر مشمولہ اجتہاد**، ۳۶۴

[۱۲]–**مسئلہ اجتہاد پر تحقیقی نظر مشمولہ اجتہاد**، ۳۶۱

[۱۳]–**مسئلہ اجتہاد پر تحقیقی نظر مشمولہ اجتہاد**، ۳۶۱

ڈاکٹر حمید اللہ نے اجماع فقہ کے تصور کو آگے بڑھانے میں اپنا کردار ادا کیا۔انہوں نے تجویز دی کہ مسلم ممالک میں اور ان غیر مسلم ممالک میں جہاں مسلمانوں کی بڑی تعداد ہے وہاں فقہ اکیڈمیز قائم کی جائیں۔ان تمام اکیڈمیز کی فیڈریشن ہو،ان کا آپس میں تعلق ہو۔جس اکیڈمی کے پاس استفتاء آئے اس کی نقول تمام اکیڈمیز کو بھیج دی جائیں۔اس مسئلے پر غور وخوض کیا جائے۔ان اکیڈمیز کا ایک مرکز ہو تمام اپنی آراء اس مرکز تک پہنچائیں۔پھر مرکز کے پاس اختیار ہو کہ کس رائے کو اختیار کرے۔ان خیالات کا اظہار انہوں نے وہ فلیٹ فارمز پر دیا۔[14]

ان حضرات کی کاوشیں کافی سودمند بھی ثابت ہوئیں۔جن سے مختلف اجتماعی اجتہاد کے ادارے قائم ہو گئے۔

۵۔اجتماعی اجتہاد بصورت "تلفیق بین المذاہب"

اجتماعی اجتہاد کے حوالہ ایک رجحان تلفیق بین المذاہب کا بھی ہے۔جن کا نظریہ یہ ہے کہ ائمہ اربعہ پر اجتہاد مطلق کا دروازہ تو بند ہو چکا ہے۔مگر عصر حاضر کے مسائل کو ضرورت پڑنے پر ائمہ اربعہ کے اصولوں کی روشنی میں حل کیا جا سکتا ہے اس نظریہ کے قائلین میں اہم نام ڈاکٹر محمود احمد غازی کا ہے۔

> ”جہاں تک اجتہاد کی پہلی سطح کا تعلق ہے اس کو اجتہادِ مطلق کہا جاتا ہے۔اس کے اجتہاد کرنے والے کو مجتہدِ مطلق کہتے ہیں۔مجتہدِ مطلق کا کام تقریباً ختم ہو گیا۔جب فقہا نے یہ لکھا کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا،تو ان کی مراد یہی تھی کہ اجتہاد مطلق کا دروازہ بند ہو گیا۔دراصل اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔اس لئے کہ جو کام اجتہادِ مطلق کے ذریعہ کرنا مطلوب تھا وہ سارا کا سارا کیا جا چکا۔اب دوبارہ اجتہادِ مطلق کی مشق کرنا انگریزی محاورہ کے مطابق پہیہ کو دوبارہ ایجاد کرنے کے مترادف ہے۔اس لئے یہ دروازہ عملاً بند ہو چکا۔“[15]

ڈاکٹر کے مطابق دور جدید اجتماعی غور وفکر کا دور ہے اسی وجہ سے فقہ اکیڈمیز بھی قائم ہو رہی ہے اور پھر یہ بھی ہے کہ اسلامی قوانین کے نفاذ میں اعتراضات بھی تقریبا ایک نوعیت کے ہیں تو ان کے جوابات بھی ایک نوعیت کے ہوں گے۔وہ لکھتے ہیں۔اب وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دنیا اسلام میں باہمی مشاورت اور اشتراک عمل سے یہ اجتہادی کام کیا جا رہا ہے۔اس اجتماعی اجتہاد کے نتیجہ میں فقہی مسالک کی حدود مٹ رہی ہیں۔ایک نئی فقہ وجود میں آ رہی ہے۔جس کو نہ حنفی فقہ کہہ سکتے ہیں نہ مالکی نہ حنبلی نہ جعفری بلکہ اس کو اسلامی فقہ ہی کہا جائے گا۔میں اس کے لئے کاسموپولیٹن فقہ یا ہر دیسی فک کی اصطلاح استعمال کرتا ہوں۔[16]

ڈاکٹر صاحب نے اس رجحان کو مثال کے ذریعہ سمجھا کر سود کے خاتمے کے حوالہ سے عالم اسلام کے تمام مکاتب فکر ایک پیج پر ہیں۔اس لئے مختلف مہارتوں اور نقطہ نظر رکھنے والوں نے ایک رائے پیش کی جو کہ کسی مخصوص فقہ سے متعلق نہ تھی۔اس طرح دیگر مثالیں بھی دیں کہ مسائل کا حل اجتماعی فقہ میں ہے۔اس لئے اس حوالہ سے مزید کام کی اشد ضرورت ہے۔[17]

---

[14] ۔**خطبات بہاولپور**،۹۴

[15] ۔غازی،محمود احمد ڈاکٹر،**محاضرات فقہ** (لاہور:الفیصل ناشران کتب،۲۰۰۵ء)،۳۳۸-۳۳۷۔

[16] ۔غازی،محمود احمد ڈاکٹر،**محاضرات فقہ**،۵۳۴۔

[17] ۔غازی،محمود احمد ڈاکٹر،**محاضرات فقہ**،۵۴۴۔

جناب محمد تقی صاحب عثمانی اور جناب ڈاکٹر محمود احمد غازی کے مانند جناب ابو عمار زاہد الراشدی کا بھی یہی موقف ہے۔ زاہد صاحب لکھتے ہیں کہ

"قرآن و سنت کی تعبیر و تشریح اور اجتہاد کے اصول وضع کرنے کا ایک دور تھا، جب دو چار نہیں بلکہ بیسیوں فقہی مذاہب وجود میں آئے، مگر ان میں سے پانچ چھ کو امت میں قبول حاصل ہوا اور باقی تاریخ کی نذر ہو گئے۔ اب کسی نئے فقہی مذہب کے اضافے کی گنجایش نہیں ہے، اس لئے نہیں کہ اس کا دروازہ کسی نے بند کر دیا ہے یا اس کی صلاحیت و اہلیت ناپید ہو گئی ہے، بلکہ اس لئے یہ کام ایک بار مکمل ہو جانے کے بعد اب اس کی ضرورت نہیں رہی اور ان مسلمہ فقہی مذاہب کے اصول و قوانین میں وہ تمام تر گنجایشیں اور وسعتیں موجود ہیں جن کی روشنی میں ہر دور کے مسائل کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے۔"[18]

ان مجتہدین میں دو شرائط پائی جائیں اور اس مجلس کے اراکین کو ان کی فقاہت اور تقوی کی بنیاد پر منتخب کیا جائے۔" مولانا تقی عثمانی حفظہ اللہ نے اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ ان دو شرائط کے علاوہ مجلس کے اراکین میں اتباع حق اور عدم تعصب کی صفات بھی لازماً ہونی چاہئیں تاکہ یہ مجلس گروہی تعصب، مذہبی منافرت اور سیاسی دباؤ سے آزاد ہو اپنی تحقیقی آراء پیش کرے۔ وہ فرماتے ہیں"

ویجب أیضا أن تکون هذه الجماعة حرة فی اتخاذ قراراتها ولا تتأثر بضغوط سیاسیة من قبل الحکومة أو الأحزاب السیاسیة وغیرها وأن یشارک کل فی المشاورة بذهن متفتح لکل رأی مستند إلی دلیل دون أن یتعصب لرأی مخصوص۔[19]

یہ بھی ضروری ہے کہ یہ مجلس اپنی قراردادوں کے پاس کرنے میں آزاد ہو اور حکومت یا دوسری سیاسی پارٹیوں وغیرہ کی طرف سے سیاسی دباؤ سے متاثر نہ ہو اور اسی طرح اس مجلس کا ہر رکن ہر اس رائے کے لئے کھلے ذہن کے ساتھ مشاورت میں شریک ہو جو کسی دلیل کی بنیاد پر قائم ہو اور کسی مخصوص رائے کے حق میں متعصب نہ ہو۔"

شیخ عبد الجبار عبد الستار نے شرعی علوم کی واقفیت کے ساتھ ساتھ فقہ الواقع، عرف اور احوال و ظروف کے علم کو بھی بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ وہ اجتماعی فتوی جاری کرنے والی مجلس کے شرکاء کا تعارف کرواتے ہوئے لکھتے ہیں۔"

العلماء العاملون ممن تتوفر فیهم ثلاثة شروط: فقه النص، فقه الواقع، العدالة، الباحثون المجیدون من طلبة العلوم الشرعیة الذین یجمعون بین علو الهمة والتجرد فی العمل للدین ویقدمون الدراسات الرصینة فی المسائل الجزئیة التی یراد بحثها وعرضها علی العلماء العاملین لیصدروا فتواهم فی ضوئها، خبراء ومستشارون فی مختلف شؤون الحیاة لمشورتهم والتباحث معهم فی تفاصیل الأمور التی یراد الإفتاء بها۔ هؤلاء الخبراء رأیهم استشاری یوضحون غوامض وکیفیات الأمور للعلماء العاملین لیفتوا بها علی بصیرة[20]

وہ علماء کہ جن میں تین شرائط پائی جاتی ہوں۔ فقہ النص کا علم، فقہ الواقع کا علم اور عدالت۔ دوسرا علوم شرعیہ کے طلباء میں سے وہ عمدہ محققین جو اپنی عالی ہمت اور دین کے لئے اپنے فارغ اوقات کے سبب جزوی مسائل میں مضبوط تحقیقات پیش کریں تاکہ ان تحقیقات

---

[18] ۔ماہنامہ الشریعہ، نومبر ۲۰۰۶ء، ۵۔

[19] ۔اشرفی، السوسوہ، عبد الحمید، الاجتہاد الجماعی فی التشریع الاسلامی (قطر: وزارت اوقاف دینی امور ۱۴۱۸ھ)، ۱۳

[20] – Sheikh Abdul Sattar Abdul Jabbar, "Muas'sasah Alifta Aljimae," Retrieved August ۲۹,۲۰۰۹, from http://www.majlis-iq.org/Araa.htm

کو باعمل علماء کے سامنے پیش کیا جائے اور وہ ان کی روشنی میں اپنا اجتماعی فتوی جاری فرمائیں۔ زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے ماہرین فن اور مشیروں کو بھی اس مجلس کی رکنیت دی جائے تاکہ ان سے متعلقہ امور میں کوئی فتوی جاری کرنے کے لئے اُن سے اِن مسائل کے بارے میں تفصیلی مباحثہ اور مشورہ کیا جا سکے۔ ان ماہرین کی رائے کی حیثیت ایک مشورے کی سی ہو گی اور یہ حضرات اپنے سے متعلقہ معاملات کی پیچیدگیاں اور مختلف کیفیات اجتہاد کرنے والے علماء کے سامنے واضح کریں گے تاکہ وہ ان مسائل میں علی وجہ البصیرۃ فتوی جاری کریں۔

٦. اجتماعی اجتہاد کی مختلف اصطلاحی تعریفات

یہ چونکہ عصر جدید میں پایا جانے والا فقہی رجحان ہے اس لئے متقدمین میں اس اصطلاح کا تذکرہ نہیں ملتا۔ ڈاکٹر احمد ریسونی لکھتے ہیں

یعد مصطلح الاجتهاد الجماعي من المصطلحات المعاصرة اذلم یردله ذکر عند المتقدمین اما من حیث الممارسة العملیه فقد شهد تاریخ التشریح الاسلامي جملة من الوقائع التی هی فی حقیقتها اجتهاد جماعی وان لم تسم بهذاالاسم۔[21]

اجتماعی اجتہاد کی اصطلاح ایک جدید اصطلاح ہے اور متقدمین میں اس کا تذکرہ ہمیں نہیں ملتا۔ جہاں تک اجتماعی اجتہاد کی عملی صورتوں کا معاملہ ہے تو فقہ اسلامی کی تاریخ میں اس قسم کے بہت سے واقعات موجود ہیں جو اجتماعی اجتہاد کی مختلف صورتیں ہیں اگرچہ انھیں سلف نے اجتماعی اجتہاد کا نام نہیں دیا۔[22] یعنی اجتماعی اجتہاد کی صورتیں ہمیشہ سے رہی ہیں مگر انہوں نے اس کے لئے اس اصطلاح کا نام نہیں لیا۔ چونکہ یہ ایک نئی اصطلاح ہے اس لئے ابھی تک اجتماعی اجتہاد کی کسی تعریف کو حتمی نہیں قرار دیا جا سکتا۔ معاصر علماء کی بیان کردہ چند تعریفیں ذکر کی جاتی ہیں۔

ڈاکٹر عبد المجید السؤسوۃ الشرفی اجتماعی اجتہاد کی تعریف کرتے ہیں:۔

هو استفراغ اغلب الفقهاء الجهد لتحصیل ظن بحکم شرعی بطریق الاستنباط واتفاقهم جمیعاًأوأ غلبهم علی الحکم بعد التشاور۔[23]

فقہاء کی اکثریت کا کسی حکم شرعی کی بذریعہ استنباط تلاش میں اپنی صلاحیتوں کو کھپا دینا اور پھر ان سب کا یا ان کی اکثریت کا باہمی مشورے کے بعد کسی شیء کے شرعی حکم پر اتفاق کر لینا اجتماعی اجتہاد ہے۔

اس تعریف کی تشریح بھی خود کی کہ فقہاء نے اکثریت کی قیاس اس لئے لگائی کہ اجتہاد انفرادی اور اجتہاد اجتماعی میں فرق ہو جائے اجتماعی اجتہاد فقہاء کی ایک جماعت کی کوشش کا نام ہے نہ کہ انفرادی کوشش کا[24]

---

[21] -**ارشاد الفحول**، الفکر بیروت ١٤١٢ھ، ٤٢٤۔

[22] - ڈاکٹر وہبہ الزحیلی، **الاجتهاد الجماعی واهمیته فی مواجهة مشكلات العصر** (اسلام آباد: الدراسات الاسلامیہ، رئیس التحریر، محمد الغزالی مجمع البحوث الاسلامیہ العدل الاول، المجلد الاربعون ذوالقعدہ محرم ١٤٢٦ھ)، ١٢۔

[23] -اشرفی، **الاجتهاد الجماعی فی التشریح الاسلامی**، ٤٦۔

ڈاکٹر خلیل العید اجتہاد اجتماعی کی تعریف کرتے ہیں

اتفاق اغلب المجتهدين من امة محمدﷺ فی عصر من العصور علی حکم شرعی فی مسئلة[25]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اکثر مجتہدین کا کسی زمانے میں کسی مسئلہ کے شرعی حکم پر اتفاق کرنا اجتماعی اجتہاد ہے۔

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی نے اجتماعی اجتہاد کی تعریف یہ کی ہے

وا ماالا جتهاد الجماعی فهو اتفاق مجموعة من العلماء علی حکم شرعی فی بعض المسائل الظنية بعد النظرو التامل فی البحوث المقدمه والآراء المعروضة فی موسسة او مجمع۔[26]

اجتماعی اجتہاد سے مراد کسی ادارے یا اکیڈمی میں موجود علماء کی ایک جماعت کا اپنے سامنے پیش کی گئی تحقیقات اور آراء کی روشنی میں ظنی مسائل میں غور وفکر کے بعد ان کے شرعی حکم کے بارے میں ایک اتفاقی رائے جاری کرنا ہے۔

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی اجتماعی اجتہاد کی دوسری ممکنہ تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

او اتفاق اکثریه الحاضرین علی راي معين في ضوء مصادر الشريعة ومقاصدها وقواعدها ومبادئها لاختيار ما يحقق المصلحه الزمنيه[27]

یا کسی مجلس میں موجود علماء کی اکثریت نے مصادر مقاصد اور قواعد اور مبادی شریعت کی روشنی میں کسی ایسی معین رائے پر اتفاق کر لیا جو زمانی مصلحتوں کو بھی پورا کرنے والی ہو۔

اس تعریف میں بھی علماء کی رائے کہ اتفاق کی قید محل نظر ہے۔ڈاکٹر زوہبہ الاحیلی ایک تیسری ممکنہ حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں

او هو اتفاق اکثر مجتهد علی حکم شرعي بعد بذلهم غايةوسعهم في استنباطه من ادلته[28]

یا اجتماعی اجتہاد سے مراد اکثر مجتہدین کا کسی مسئلہ کے شرعی حکم کو اس کے دلائل شرعیہ سے مستنبط کرنے کے لئے اپنی کوششیں انتہائی درجے میں کھپاتے ہوئے اس کے حکم پر اتفاق کرلینا ہے۔

مولانا یوسف القرضاوی نے اجتماعی اجتہاد کی تعریف یوں کی ہے۔

ينبغي في القضاياةالجديده ان ننتقل من الاجتهاد الفردي الى الاجتهاد الجماعي وهو الذي يتشاور فيه اهل العلم في القضايا المطروحةوخصوصا فيما يكون له طابع العموم ويهم جمهور الناس۔[29]

---

[24]-اشرفی،الاجتہاد الجماعی فی التشریح الاسلامی ،۴۶۔

[25]-الزحیلی،وہبہ،ڈاکٹر،الاجتہاد الجماعی واهمیته فی مواجهة مشکلات العصر(اسلام آباد:الدراسات الاسلامیہ،رئیس التحریر،محمد الغزالی مجمع البحوث الاسلامیہ،،العدل الاول،المجلد الاربعون ذوالقعدہ محرم ۱۴۲۶ھ)،۱۳۔

[26]-الزحیلی، الاجتہاد الجماعی واهمیته فی مواجهة مشکلات العصر،۶۔

[27]-الزحیلی، الاجتہاد الجماعی واهمیته فی مواجهة مشکلات العصر،۷،۶۔

[28]-الزحیلی، الاجتہاد الجماعی واهمیته فی مواجهة مشکلات العصر،۷۔

[29]-اشرفی،الاجتہاد الجماعی فی التشریح الاسلامی ،۱۸۲۔

جدید مسائل میں ہمیں انفرادی اجتہاد کی وجہ سے اجتماعی اجتہاد کے منہج کو اختیار کرنا چاہیے اور وہ یہ کہ پیش آمدہ مسائل و واقعات میں اہل علم کی ایک جماعت باہمی مشاورت کرتی ہے خاص طور پر ان مسائل میں جو عمومی نوعیت کے ہوں اور عوام الناس کی اکثریت ان سے پریشان ہو۔

عصر حاضر کے دیگر مفکرین نے بھی اجتماعی اجتہاد کی تعریفات کی ہیں۔ ہر ایک نے اپنے انداز سے کی ہے اوران تعریفات پر اعتراضات بھی ہوئے ہیں۔ چونکہ یہ اصطلاح نئی ہے اس لئے اس کی حتمی تعریف کے لئے ابھی وقت درکار ہو گا۔

۷. اجتماعی اجتہاد اور اجماع میں فرق

۱. اجتماعی اجتہاد میں اکثر افراد کا متفق ہونا کافی ہے ہے جبکہ اجماع میں امت کے تمام فقہاء کا متفق ہونا لازم ہے۔

۲. اجماع شرعی حجتوں میں سے اہم ترین حجت ہے جو قطعی حیثیت رکھتا ہے، جبکہ اجتماعی اجتہاد انفرادی اجتہاد کے درجے میں ہوتا ہے جو کہ قطعت کے درجے کو نہیں پہنچتا۔

۳. اجماع میں مختلف آراء کی گنجائش نہیں ہوتی ایک ہی حتمی موقع ہوتا ہے۔ جبکہ اجتماعی اجتہاد میں ایک سے زائد آراء کی گنجائش موجود ہے۔

۴. اجماع کسی خاص مکتبہ فکر یا خاص فقہ تک محدود نہیں ہوتا بلکہ اس میں تمام مسالک کے فقہاء شامل ہوتے ہیں. اگر کسی خاص مسلک کے لوگ کسی مسئلہ میں اتفاق کرلیں تو وہ اجماع نہیں کہلائے گا۔ جبکہ اجتماعی اجتہاد مسلکی اور غیر مسلکی دونوں طرح کا ہو سکتا ہے۔

۵. دین کے تمام مسائل میں اجماع ممکن نہیں ہے۔ جبکہ دین کے ہر مسئلہ میں اجتماعی اجتہاد ممکن ہے۔[۳۰]

ڈاکٹر دھبہ الزحیلی نے شوری اور اجتماعی اجتہاد میں بھی فرق کیا ہے۔

۱. شوری میں تمام شامل ہونے والے افراد کبھی مجتہد ہوتے ہیں، کبھی نہیں ہوتے، کبھی بعض ہوتے ہیں کبھی بعض نہیں۔ جبکہ اجتماعی اجتہاد میں شامل افراد مجتہد ہوتے ہیں۔

۲. شوری میں تمام مسائل قابل مشورہ ہو سکتے ہیں۔ خالصتاً دینی معاملات میں مشاورت قائم ہو سکتی ہے جبکہ اجتماعی اجتہاد میں صرف دینی مسائل میں دینی اعتبار سے بحث ہوتی ہے۔[۳۱]

۸. اجتماعی اجتہاد پر دلائل

اجتماعی اجتہاد پر چند دلائل درج ذیل ہیں۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ، إِنْ نَزَلَ بِنَا أَمْرٌ لَيْسَ فِيهِ بَيَانٌ أَمْرٌ وَلَا نَهْيٌ، فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ تُشَاوِرُونَ الْفُقَهَاءَ وَالْعَابِدِينَ، وَلَا تُمْضُوا فِيهِ رَأْيَ خَاصَّةٍ۔[۳۲]

---

[۳۰]-الزحیلی، الاجتہاد الجماعی واھمیته فی مواجهة مشكلات العصر،۱۱-۱۰۔

[۳۱]-الزحیلی، الاجتہاد الجماعی واھمیته فی مواجهة مشكلات العصر،۱۱

[۳۲]-الزحیلی، الاجتہاد الجماعی واھمیته فی مواجهة مشكلات العصر،۵۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہمیں کوئی ایسا امر پیش آئے جس کے بارے میں نصوص میں کوئی امر و نہی (حکم) نہ ہو تو آپ ہمیں ایسی صورت میں کیا حکم دیں گے؟ آپ نے فرمایا تم فقہاء اور عابدین سے مشورہ کر لینا اور کسی ایک کی رائے پر نہ چلنا۔

اجتماعی اجتہاد کی تائید میں شیخین صحابہ رضی اللہ تعالی عنہ کے عہد میں کئے جانے والے فیصلے بھی بطور دلیل بیان کئے جاتے ہیں۔[۳۳] اسی طرح حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا عمل بھی نقل کیا جاتا ہے کہ انہوں نے مدینہ منورہ کے دس فقہاء کو جمع کیا اور فرمایا میں نے تم لوگوں کو ایک ایسے کام کے لئے بلایا ہے جس پر یقینا تمہیں اجر ملے گا اور تم حق کے ناصر و مددگار شمار ہو گے۔ میں چاہتا ہوں کے تمام اقدامات تم سب کی رائے یا تم میں سے جتنے بھی حاضر ہوں ان کی رائے سے کروں۔[۳۴] عصر حاضر میں مسائل کے تنوع کی وجہ سے ایک شخص کا تمام فقہی ابواب میں مجتہد ہونا مشکل ہے۔ بڑے سے بڑا مجتہد بھی ممکن ہے کہ تمام شعبوں کا حل نکالنے کی اہلیت نہ رکھتا ہو، مثلاً کوئی مجتہد اقتصادیات کے مسائل میں تو مہارت رکھتا ہو عین ممکن ہے کہ اس کے پاس طب کے مسائل میں وہ مہارت نہ ہو تو اس کے لئے حل اجتماعی فقہ اور اجتماعی اجتہاد کی صورت میں نکلے گا۔ سابقہ اسلاف میں اجتماعی اجتہاد کی بہترین نظیر امام ابو حنیفہ کے طرز عمل میں شورائی فقہ کے حوالہ سے مضبوط بنیاد موجود ہے۔[۳۵]

۹. عصر حاضر میں اجتماعی اجتہاد کی ضرورت و اہمیت

عصر حاضر میں اجتماعی اجتہاد کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کو قبول کیا جائے۔ جس کے کئی فوائد ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

۱. عصر حاضر میں حالات و زمانہ کا تیزی سے انقلاب اس بات کا متقاضی ہے کہ ہر مسئلہ کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لے کر حتمی رائے تک پہنچا جائے اور یہ صاف ظاہر ہے کہ فرد واحد کے بس میں نہیں۔ لہٰذا اس کے لئے مختلف شعبوں کے ماہرین مل بیٹھ کر حالات کا تجزیہ لے کر اجتہاد کریں تاکہ عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کیا جاسکے۔

۲. فی زمانہ فکر و اظہار کی آزادی میں مختلف اعتبار سے رکاوٹیں کھڑی کی جاتی ہیں۔ مسلکی اعتبار سے، سیاسی اعتبار سے وغیرہ۔ اگر انفرادی رائے ہو گی تو فریق مخالف کی شدید مخالفت کا سامنا ہو گا مگر جب وہ آواز کسی اجتماعی اجتہادی ادارہ سے ہو گی تو قابل اعتماد سمجھی جائے گی۔ ساتھ ہی یہ وجہ بھی ہے کہ یہ بے یقینی کا زمانہ ہے۔ ایک فرد پر لوگوں کا اعتبار اس قدر پختہ نہیں ہوتا جتنا کئی محققین کے اجتہاد پر ہو گا۔

---

[۳۳]-امام ہیثمی نے کہا ہے"رواه الطبرانی فی الاوسط ورجاله موثقون من اهل الصحيح، **مجمع الزوائد**، کتاب العلم باب فی الاجماع، ۱/۱۷۸؛ طبرانی سلیمان بن احمد، **المعجم الاوسط**، قاہرہ، دار الحرمین، ۱۴۱۵ھ، باب الف من اسمہ، ۲/۱۶۱۸، ۱۷۲۔

[۳۴]-**تاریخ طبری**، ۶/۴۴۸، ۴۴۷۔

[۳۵]- منصوری، محمد طاہر، ڈاکٹر، **فقہ کی تشکیل جدید میں اجتماعی اجتہاد کا کردار مشمولہ عصر حاضر میں اجتہاد اور اس کی قابل عمل صورتیں**، ص۷۸-۸۰۔

۳. اجتہاد میں دونوں پہلو ہوتے ہیں صحت کا پہلو بھی ہوتا ہے اور غلطی کا امکان بھی ہوتا ہے۔ جبکہ اجتماعی اجتہاد میں صحت کے امکانات کا غلبہ ہوتا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمامین کی برکت بھی شامل رہے گی مثلاً جو فرمایا میری امت غلطی پر جمع نہیں ہو سکتی اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔[۳۶]

۴. آزادانہ اجتہاد جیسے خدشات کا ازالہ اجتماعی اجتہاد کے ذریعے کیا جا سکتا ہے۔ اجتماعی اجتہاد سے جمود کا بھی خاتمہ ہوگا اور اجتہاد غیر ضروری اور غلط راستہ کی طرف بھی نہ جائے گا۔

۵. جن بنیادوں پر اجتہادی عمل کی حوصلہ شکنی کی گئی تھی ان میں سب سے اہم یہ وجہ تھی کہ کہیں تحریف فی الدین کے دروازے نہ کھل جائیں کہ جو اجتہاد کی آڑ میں شریعت کو مسخ کرنے کی کوشش کریں۔ لیکن اس وقت صورتحال یہ ہے کہ اجتہادی میدان خالی دیکھ کر بہت سے آزاد خیال اپنے باطل اور مذموم رجحانات کی ترویج کر کے نوجوان نسل کو اپنی طرف مائل کر رہے ہیں۔ اجتماعی اجتہاد کے ذریعے اس طرح کے افراد کے راستے میں بند باندھا جا سکتا ہے۔

۶. وسائل تحقیق تک آسان رسائی نے اجتہادی عمل کو آسان بنا دیا ہے۔ ان سہولیات سے فائدہ حاصل کرنا لازمی ہے۔ علامہ شوکانی لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے متاخرین کے لئے اجتہاد جتنا آسان بنایا ہے متقدمین کے لئے اتنا آسان نہ تھا کیوں کہ ائمہ اور سلف اجتہاد کا مدوّن شکل میں موجود ہے۔ اسلاف کو تو ایک ایک حدیث کے لئے دور دراز نہ کرنا پڑتا تھا۔[۳۷] اس لئے مختلف اذھان مل کر محنت کریں گے تو ثمرات عمدہ طریقہ سے ظاہر ہوں گے۔

۷. اجتماعی اجتہاد کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے ایک متفقہ موقف امت کے سامنے آجاتا ہے جس سے اختلاف و انتشار فتاویٰ سے بچنے کی راہ ہموار ہوتی ہے۔

۸. دور جدید میں ذرائع ابلاغ نے بہت ترقی کر لی ہے جس کی وجہ سے لوگ جو فتوی کے اہل نہیں ہیں وہ مسائل پوچھنے کے بجائے خود سرچ یا ریسرچ کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ یہ لوگ اخبارات، رسائل، ریڈیو، ٹی وی اور انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعے متروک و مرحوم قسم کے گمراہ کن فتاویٰ جات جاری کر کے لوگوں کو گمراہ کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں اجتماعی اجتہاد ہی وہ قابل اعتماد اور قابل وثوق ذریعہ ہو سکتا ہے کہ فقہاء کرام فقہی اصولوں کی روشنی میں مسائل کا حل پیش کریں۔ جس سے ایسے نام نہاد فتاوی جات سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکے۔[۳۸]

۱۰. اجتماعی اجتہاد کے لئے بنیاد کی حیثیت "تجزؤالا اجتہاد"

اگرچہ یہ پرانا نظریہ ہے مگر عصر حاضر میں اس کی اہمیت بہت زیادہ ہوگئی۔ کیوں کہ دور جدید انقلابات کا دور ہے تمام شعبوں کی طرح فقہ اسلامی میں بھی انقلابات کی ضرورت ہے۔ آج کا دور سپیشلائزیشن تحقیق کا دور ہے۔ اب میڈیکل میں بھی ہر ہر عضو کے علاج کرنے کے لئے مستقل ڈاکٹرز ہیں۔ دینی علوم بھی شعبوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ کوئی فرد ایک شعبہ میں مجتہد ہو دوسرے میں نہ ہو تو ایسی صورت میں

---

[۳۶]-**جامع ترمذی**، كتاب الفتن،ماجاء في باب لزوم الجماعة:٢١٦٤۔

[۳۷]-**ارشاد الفحول** (بیروت: دارالفکر، ۱۴۱۲ھ)، ۴۲۴۔

[۳۸]-**الاجتهاد الجماعی واہمیته مواجهته مشكلات العصر**، ۱۵-۱۲

یہ حضرات ایک دوسرے کے معاون بنیں۔ اصولیوں کا اس بات میں اختلاف ہے کہ یہ تجزی جائز ہے یا نہیں۔ پھر جو جواز کے قائل ہیں ان کے نظریات بھی مختلف ہیں۔ ایک نظریہ یہ ہے کہ تجزؤالا اجتہاد مختلف ابواب فقہیہ میں تو جائز ہے لیکن ایک ہی باب کے مختلف مسائل میں نہیں ہو سکتا۔ امام رازی فرماتے ہیں "الحق انه يجوز ان تحصل صفةالا اجتهاد في فن،دون فن بل فی مسئله دون مسئله خلافا لبعضهم"[39]

زرکشی نے لکھا

وكلامهم يقتضي تخصيص الخلاف بما اذا عرف بابا دون باب اما مسئله دون مسئله فلا يتجزاء قطعا،والظاہر جريان الخلاف فی الصورتين، وبه صرح الانباری[40]

یعنی فقہاء کرام کے نزدیک تجزی کی ابواب مختلفہ میں گنجائش ہے البتہ ایک بات کے مختلف مسائل میں جائز نہیں ہے۔ جبکہ ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ کسی نے پوری محنت اور جانفشانی سے ایک دو مسئلہ پر مہارت حاصل کر لی تو وہ اپنے اس اجتہاد کا فتوی دے سکتا ہے۔

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں۔

فان قيل فما تقولون فيمن بذل جهده في معرفه مسألة او مسالتين هل له ان يفتي بهما قيل نعم يجوز في اصح القولين وهما وجهان لاصحاب الامام احمد[41]

اس نظریہ کے قائلین میں بڑے بڑے نام ہیں جن میں امام غزالی امام رازی آمدی سبکی امام ابن قدامہ ابن فلاح ابن قیم ارموی زرکشی محب اللہ بہاری عبدالعلی وغیرہ ہیں۔ انکار کرنے والوں میں بڑا نام امام شوکانی کا ہے۔[42]

تجزؤالاجتہاد کو جائز قرار دینے والوں کے دلائل

۱. حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "دع مایریبک الی مالایریبک"[43] جو چیز شک میں ڈال دے اس کو چھوڑ دو اس چیز کے بدلے میں جو چیز شک میں نہ ڈالے۔ ظاہر ہے کہ ہر بندہ فتویٰ کا اہل نہیں ہے۔ تو جس میں شک ہو اس کو چھوڑنے کا حکم ہے۔ یہ فیصلہ اس نے خود کرنا ہے اگر اگر تجزؤالاجتہاد کو ناجائز قرار دے دیں تو لازم آئے گا کہ ہر معاملہ تقلید کی طرف لے جائیں۔ تو عدم جواز کا قول اس حدیث کے خلاف ہو گا۔[44]

۲. اگر تجزؤ الاجتہاد کو ناجائز قرار دے دیں تو لازم آئے گا کہ مجتہد تمام احکامات کو جانتا ہو۔ جبکہ یہ بات بساط انسانی سے باہر ہے۔ مثلا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مجتہد ہونے کے سب قائل ہیں مگر انہوں نے چالیس میں سے چھتیس سوالات کے جوابات میں فرمایا "لاادری"۔[45]

---

[39]-**المحصول مع انفاس الاصول**،۹:۳۹۹۰

[40]-**البحرالمحيط**،۸:۲۴۳

[41]-**اعلام الموقعين**،۴:۱۶۶۔

[42]-**ارشاد الفحو ل**.۳/۸۴۴۔

[43]-دارمی، عبداللہ بن عبدالرحمان، **سنن الدارمی** (بیروت: دارالکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ)، ۲/۳۲۰، ح ۲۵۳۳۔

[44]-**فواتح الرحموت**، ۲:۲۶۴۔

۳۔　شریعت کا ہر باب الگ ہے جب ایک باب میں مکمل مہارت حاصل ہو جائے تو بندہ کو اس باب میں صفت اجتہاد حاصل ہو گئی۔

۱.۸۔ تجزؤ الاجتہاد کو ناجائز قرار دینے والوں کے دلائل

۱۔　فقہ کے ابواب ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ہیں۔ مثلا کتاب النکاح اور کتاب الطلاق کا ربط، بیوعات کے ابواب کا باہمی ربط بالکل واضح ہیں تو کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک باب کا واقف دوسرے مربوط باب کو نہ جانتا ہو۔[۴۶]

۲۔　اجتہاد ایک ملکہ ہے جس میں تجزی نہیں ہو سکتی۔ اس ملکہ کی وجہ سے وہ مجتہد بنتا ہے۔ اگر اس تجزؤ الاجتہاد کو تسلیم کر لیں تو ماننا پڑے گا کہ اس میں یہ ملکہ ناقص ہے۔[۴۷]

دونوں فریقین کے اپنے اپنے دلائل ہیں۔ جن میں لمبی ابحاث ہیں۔ مگر اس حوالہ سے امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کا قول بہت عمدہ ہے

فاذالایشرط الاان یکون علی بصیرة فیما یفتي　فیفتی فیما ید ری و یدری انه ید ری و یمیز بین مالا یدری و بین مادری و یفتی فیمایدری[۴۸]

شرط تو صرف اتنی ہے کہ اسے اپنے دیے ہوئے فتوی پر پوری بصیرت حاصل ہو جو وہ جانتا ہے اس کے مطابق فتوی دے رہا ہو اور یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ جانتا ہے اور اپنے جاننے اور نہ جاننے میں تمیز کر سکتا ہو چناچہ جو جانتا ہے اس کے مطابق فتوی دے اور جو نہیں جانتا اس میں توقف کرے۔

اس حوالہ سے مستقل عنوان سے برصغیر میں کام تو نظر سے نہیں گزراالبتہ عرب میں اس پر کام جاری ہے اور اس کو اجتہاد کے عصری مناہج میں سے شمار کیا گیا ہے۔ اس نظریہ کے علمبرداروں میں اہم ترین نام علامہ محمد اقبال کا ہے اور ماضی قریب میں ڈاکٹر محمود احمد غازی نے اس پر بہت زور دیا۔

۱۱. اجتماعی اجتہاد کی حدود

اجتماعی اجتہاد کی اہمیت اپنی جگہ لیکن یہ طے ہونا بھی لازمی ہے کہ کن مسائل میں اجتماعی اجتہاد ہو سکتا ہے۔ اس حوالہ سے قائلین اجتماعی اجتہاد نے اس اجتہاد کو دو قسم کے مسائل میں محدود کیا ہے۔

۱۔　وہ مسائل جن میں کوئی واضح نص وارد نہ ہوئی ہو۔

۲۔　وہ مسائل جو ظنی الدلالۃ ہوں۔

---

[۴۵] -المستصفی، ۲:۱۰۳۔

[۴۶] -اعلام الموقعین، ۴:۱۶۶۔

[۴۷] -ارشاد الفحول، ۳:۸۴۴۔

[۴۸] -المستصفی، ۲:۱۰۳۔

ڈاکٹر احمد حسن نے اس حوالہ سے لکھا کہ تمام احکام اجتہاد کا موضوع بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ علماء کا کہنا ہے کہ جہاں دلیل قطعی نہ ہو وہاں اجتہاد ہو سکتا ہے۔ جہاں قطعیت ہو گی وہاں اجتہاد نہ ہو گا۔ ہاں البتہ کوئی حکم ثبوت میں ظنی ہو یا دلالت میں ظنی وہ تو وہاں اجتہاد ہو سکتا ہے یا ایسے مسائل کہ شارع کی طرف سے اس کے بارے میں نص ہی وارد نہیں ہو گی۔[۴۹]

اس اعتبار سے تمام شعبہ ہائے زندگی سے منسلک مسائل جہاں قطعی دلائل نہیں ہیں اجتہاد کیا جاسکتا ہے۔

۱۲. اجتماعی اجتہاد کے لئے ممکنہ میدان / صورتیں

۱. ۱۲. زمانہ و مکان اور عرف کی تبدیلی میں اجتماعی اجتہاد

زمانہ تبدیل ہو یا مکان بدل جائے عرف بدلے یا مصلحت ہر اعتبار سے وہ مسائل تبدیل ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ جہاں دلیل قطعی نہ ہو لیکن یہ میدان چونکہ بہت نازک ہے کہ تبدیلی احکام کس صورت میں ہو کس صورت میں نہ ہو تو فرد واحد کی محنت کے بجائے اجتماعی کوشش ہونی چاہیے۔[۵۰] ڈاکٹر عبد المجید السوسوۃ نے ان متغیرات میں اجتہاد کو بڑی اہمیت سے مستقل عنوان دے کر بیان کیا۔ ان کے قائم کردہ عنوان میں مصلحت تعبیر میں اجتماعی اجتہاد، زمان و مکان کے تغیر میں اجتماعی اجتہاد اور عرف کے تغیر میں اجتماعی اجتہاد۔

۲. ۱۲. مصلحت کے تبدیل ہونے پر اجتماعی اجتہاد

شریعت کے بعض احکام کسی مصلحت کی بنا پر ہوتے ہیں۔ وہ مصلحت ہو تو حکم ہوتا ہے ورنہ نہیں۔ اب اس مصلحت کے بارے میں اجتماعی غور و غوض ہو۔ اس کا فیصلہ کیسے ہو گا۔ ڈاکٹر عبد المجید السوسوہ لکھتے ہیں کہ تعبدی امور میں احکام کو قائم کرنا لازم ہے۔ چاہے مصلحت سمجھ نہ بھی آئے۔ البتہ بعض احکام ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی بنیاد کسی مصلحت پر ہوتی ہے مصلحت کے ختم ہونے پر حکم بدل جاتا۔ یہ تبدیلی نسخ نہ کہلائے گی۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد نسخ نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ مصارف زکوۃ میں تالیف قلب ہے اس کی بنیاد مصلحت پر تھی کہ ابتدا میں مسلمان عددی اور دیگر حوالوں سے کمزور تھے۔ جب شان و شوکت بڑھ گئی بھی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روک دیا۔ کیوں کہ ان کا دور شان و شوکت اور فتوحات کا دور تھا۔ اب اگر خدانخواستہ وہ دور لوٹ آئے تو اجتماعی اجتہاد سے فقہاء غور کریں گے کہ آیا کن حالات میں اس مصرف زکوۃ کو دوبارہ جاری کیا جاسکتا ہے۔[۵۱]

۳. ۱۲. اجتماعی نوعیت کے مسائل میں اجتماعی اجتہاد

ایسے عمومی مسائل جن کی نظیر فقہی ابواب میں نہ ہو یا ایسے مسائل جن کی صفات تبدیل ہو گئی ہوں ایسے مسائل میں اقرب الی الصواب رائے کے لئے اجتماعی اجتہاد کی اہمیت انفرادی سے زیادہ ہے۔[۵۲] اس کی مثال حکمران کا انتخاب کس طرز پر ہو اس پر اجتہاد کرنا۔

---

[۴۹] -جامع الاصول، ۶۵۲، ۶۵۱۔

[۵۰] -السوسوۃ، عبد المجید، ڈاکٹر، الاجتهاد الاسلامی فی التشریح الاسلامی، ۱۱۶-۱۱۵

[۵۱] -الاجتهاد الجماعی فی التشریع الاسلامی، ۱۱۸-۱۱۷

[۵۲] -سفیان محمد اسماعیل، ڈاکٹر، الاجتهاد الجماعی ورور المجامع الفقحصیه فی تطبیقه، ۱۱۹

۱۲.۴. قانون سازی میں اجتماعی اجتہاد

پہلے تو یہ بات سمجھنے کی ہے کہ قانون سازی کی گنجائش کن صورتوں میں ہے اور کن صورتوں میں نہیں۔ مولانا مودودی لکھتے ہیں۔

> اسلام میں دائرہ عبادات کے اندر قانون سازی کی قطعا کوئی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ عبادات کے علاوہ معاملات کے اس دائرے میں قانون سازی کی گنجائش موجود ہے جس میں کتاب و سنت خاموش ہے۔[۵۳]

تو جہاں گنجائش موجود ہے وہاں اگر اجتماعی کوشش سے قانون سازی ہوگی تو بہر حال انفرادی اجتہاد سے بہتر نتائج آئیں گے سیاسی و انتظامی امور میں اور دفاعی یا اقدامی جہاد میں اجتماعی اجتہاد۔ یہ اجتہاد اگرچہ بصورت شوریٰ ہو گا کہ جس میں شرکاء میں اجتہاد کی اہلیت ہونا لازمی نہیں ہوتا مگر یہ ایسے معاملات ہیں کہ جن میں انفرادی اجتہاد کی اتنی اہمیت نہیں۔ یہ شورائی نظام حضور صلی علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مختلف امور میں صحابہ کرام سے مشورے کرتے تھے حتیٰ کہ عبادات میں بھی مثلاً نماز کے لئے لوگوں کو کیسے جمع کیا جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ کیا اور صحابہ کرام نے مختلف آراء دیں۔[۵۴] اسی طرح جہاد میں جانے کے لئے مختلف تدابیر اختیار کرنے اور بدری قیدیوں کے حوالہ سے مشاورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ بلکہ اللہ رب العزت کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے۔ وشاورھم فی الامر، ان سے معاملات میں مشورہ کیجئے

۱۲.۵. عدالتی معاملات میں اجتماعی اجتہاد

ڈاکٹر احمد رئیسونی کہتے ہیں کہ دور رسالت مآب اور خلفائے راشدین میں اجتماعی اور شورائی اجتہاد کے تین اہم ترین میدان تھے۔ ۱۔ سیاسی مسائل میں مشاورت۔ ۲۔ احکام شرعیہ کے استنباط میں مشاورت۔ ۳۔ عدالتی فیصلوں میں مشاورت۔ اس طرح کے معاملات میں مجلس شوریٰ کا قائم ہونا اور مشاورت سے غور و فکر کرنے کا نام ہی تو اجتماعی اجتہاد ہے۔[۵۵] عصر حاضر میں بھی کئی عدالتی فیصلے ایسے ہوتے ہیں کہ جس میں ججز کی کمیٹی تشکیل دی جاتی ہے وہ مل کر اجتماعی فیصلہ صادر کرتے ہیں۔ پاکستان میں باقاعدہ وفاقی شرعی عدالت کے نام سے ادارہ قائم ہے جو اجتماعی اجتہاد کا کام کرتا ہے۔ جیسا کہ گزشتہ دنوں سودی نظام کے خاتمے کے لئے بھی وفاقی شرعی عدالت نے فیصلہ دیا۔

۱۲.۶. اقتصادی امور میں اجتماعی اجتہاد

ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے عصر حاضر میں جن دو اہم میدانوں میں اجتماعی اجتہاد کی اہمیت بیان کی ان میں ایک مالی معاملات ہیں اور دوسرا طبی۔ وہ لکھتے ہیں

> **المجال الاول: المجال الاقتصادي والمالي فلا شك ان عصرنا هذا قد حفل باشكال واعمال ومؤسسات جديده في ميدان الاقتصاد والمال لم يكن لاسلافنا بل لاقرب العصور الينا عهد بها وذلك كالشركات الحديثه بصورها المتعدده۔**[۵۶]

---

[۵۳] – مودودی، ابوالاعلی، مولانا، **اسلامی ریاست** (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز)، ۴۵۴۔

[۵۴] – **سنن ابی ماجه**، باب بدءالآذان: ۷۰۶

[۵۵] – **اجتهاد الجماعی وا همیتة فی مواجهته مشکلات العصر**، ۱۱-۱۰

[۵۶] – **الاجتهاد فی الشريعة الاسلاميه**، ۱۰۳-۱۰۲۔

پہلا میدان اقتصادی اور مالی امور کا ہے۔ جس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس کہ معاصر زمانے میں اقتصادی ومالی اُمور میں کئی ایسی نئی صورتیں کاروبار اور کمپنیاں وجود میں آگئی ہیں جو پچھلے زمانوں میں نہ تھی بلکہ ہمارے ماضی قریب کے زمانے میں بھی ان کا نام ونشان بھی نہ تھا جیسا کہ متعدد قسم کی نئی کمپنیاں ہیں۔

اقتصادی معاملات میں دور حاضر میں بہت وسعت ہوگئی ہے مالیات کے مختلف ادارے وقوع پذیر ہیں۔ بینکنگ کا ایک مکمل نظام ہے۔ اس کے لئے فرد واحد کا اجتہاد تقریباناممکن ہے اس کے لئے اجتماعی اجتہاد بہت لازم ہے۔ اسی طرح طب میں بہت جدت آگئی اور نت نئی بیماریاں بھی سامنے آرہی ہیں بعض تو ایسی متعدی امراض ہوتی ہیں جن کی وجہ سے ایمرجنسی کی صورت نافذ ہوجاتی ہے۔ مثلا حالیہ دنوں میں کورونا وبا سے ایمرجنسی کی صورتحال کا پیدا ہونا۔ جس کی وجہ سے مساجد میں فاصلوں کا قائم کرنا وغیرہ ایسے امور ہیں کہ فرد واحد کے اجتہاد کو اہمیت حاصل نہیں ہوسکتی مشترکہ بیانیہ لازم ہوتا ہے۔

۵۱۳. مجتہدین کے اعتبار سے اجتماعی اجتہاد کے دائرے

مجتہدین کے اعتبار سے اجتہاد کے دائرے مختلف طرح کے ہوسکتے ہیں جن کی حد بندی ابھی تک ممکن نہیں ہوسکی۔ اس حوالہ سے عصر حاضر کے اجتماعی فقہ واجتہاد کے قائلین کے نظریات مختلف ہیں۔ اجتماعی اجتہاد کی کئی صورتیں ممکن ہیں۔ مثلا

- ایک مسلک کے فقہاء کی مجلس قائم ہو اور وہ اپنے مذہب کے اصولوں کی روشنی میں مسائل کو حل کریں باہر سے استفادہ نہ کریں۔
- ایک ہی مسلک کے لوگ اپنے مذہب کے اصول کی روشنی میں اجتہاد کریں مگر بوقت ضرورت اپنے مسلک کے علاوہ ائمہ اربعہ کے اصولوں کی روشنی میں مسائل حل کرلیں۔
- کسی مسلک کی پابندی کے بغیر ائمہ وفقہاء کے اصولوں اور قوت دلیل کی بناپر اجتماعی طور پر مسائل کو حل کیا جائے۔
- بنیاد محض قوت دلیل کو بنایا جائے ائمہ اربعہ کے اصولوں کی پابندی بھی لازم نہ ہو۔

ڈاکٹر مصطفی قطب سانو نے اجتہاد کے تین دائرے ذکر کئے۔ ۱. مقامی وملکی سطح پر اجتماعی اجتہاد۔ ۲. براعظمی اجتماعی اجتہاد۔ ۳. عالمی اجتماعی اجتہاد۔[۵۷]

مولانا زاہد الراشدی صاحب نے مجتہدین کے حوالہ سے چار دائروں کا تذکرہ کیا ہے۔

"پہلی بات "اجتماع" کے بارے میں عرض کروں گا کہ جب ہم اجتماعی اجتہاد کی بات کرتے ہیں تو اجتماع کے لفظ سے کیا مراد ہوتا ہے؟ اس کے مختلف دائرے ہیں۔ ایک دائرہ یہ ہے کہ کسی مسئلہ پر اجتہادی نقطہ نظر سے غور کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو یہ کام شخصی طور پر نہ کیا جائے بلکہ چند افراد مل کر اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوں۔ اس سلسلے میں کراچی کی اس علمی وتحقیقی مجلس کی مثال دی جاسکتی ہے جس میں مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی رشید

---

[۵۷]– Dr Qutub Mustafa Sanu, "Qira atan Tahleliyyatan fi majalat il Ijtihad il jamae il Manhood," Retrieved September ۱۳, ۲۰۰۹ from http://www.alwihdah.com/view.php?cat=۱&id=۲۸۲

احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر علماء عملی مسائل پر باہمی مشاورت کے ساتھ رائے قائم کیا کرتے تھے۔اس قسم کی مجالس کا اہتمام بریلوی اور اہل حدیث مکاتب فکر میں بھی یقین ہوتا ہو گا مگر میری معلومات میں اس کی مثال وہی ہے جس کا میں نے تذکرہ کر دیا ہے۔دوسرا دائرہ یہ ہے کہ مختلف مکاتب فکر کے علمائے کرام مل بیٹھ کر کسی اجتہادی مسئلہ میں غور کریں اور مشترکہ موقف قائم کریں۔اس سلسلہ میں اکتیس علمائے کرام کے بائیس دستوری نکات سمیت متعدد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔تیسرا دائرہ یہ ہے قدیم اور جدید ماہرین کا اجتماع ہو اور دینی علوم کے ماہرین کے ساتھ عصری قانون اور علوم کے ماہرین بھی اجتہاد کے عمل میں شریک ہوں۔جبکہ چوتھا دائرہ یہ ہے کہ مختلف ممالک کے علمائے کرام بین الاقوامی ماحول میں اجتہاد کے عمل کا اہتمام کریں۔"[۵۸]

شیخ مصطفی الزرقاء نے اجتماعی فقہ کو حضرت فاروق اعظم کی طرح کرنے کا کہا کہ اس کے دو حصے ہوں ایک عمومی اور ایک خصوصی[۵۹]۔ڈاکٹر توفیق الشاوی کے نزدیک اجتماعی اجتہاد کی سات قسمیں ہیں۔

۱. اپنے ذاتی معاملات میں کسی سے رہنمائی لینا۔

۲. کسی صاحب اختیار و اقتدار آدمی کا ماہرین سے مشورہ لینا۔

۳. قاضی یا علماء سے حکم شرعی کے بارے میں رائے طلب کرنا اس کو فتوی بھی کہتے ہیں۔

۴. کسی مسئلے کے شرعی حکم کے بارے فتوی دینا چاہے فتوی طلب نہ بھی کیا گیا ہو۔(ان چار سورتوں میں قوت نافذہ نہیں ہے جبکہ باقی تین میں فیصلوں کو نافذ کیا جاتا ہے۔)

۵. اجتماعی معاملات میں باہمی مشورہ سے کسی ادارے یا جماعت کا قرارداد پیش کرنا۔

۶. اہل حل وعقد اور اولی الامر کا کسی قرارداد پر متفق ہو جانا۔

۷. مجتہدین کا غیر منصوص حکم کے بارے میں اتفاق رائے سے حکم بیان کرنا اور امت کا اس کو قبول کرنا یہ اس حکم کو واجب العمل بنا دیتا ہے کیونکہ یہ یہاں اجماع ہے۔[۶۰] اجتماعی اجتہاد کو اگر امت کے فقہاء و مفکرین کی جانب سے تلقی بالقبول حاصل ہو جائے تو ایسی صورت میں مدون ہونے والی فقہ اسلامی فقہ کہلائے گی۔[۶۱]

ڈاکٹر محمود احمد غازی اس حوالہ سے لکھتے ہیں

"دور جدید میں اسلام کے سیاسی نظام کے بارے میں غور و خوض ہو رہا ہے۔اسلام کی دستوری فکر پر کتابیں لکھی جا رہی ہیں۔مختلف مسلم ممالک میں دستوری تصورات پر مباحثے ہو رہے ہیں۔یہ کام پاکستان میں بھی ہو رہا ہے۔مصر اور دوسرے عرب ممالک میں بھی

---

[۵۸]۔**عصر حاضر میں اجتہاد چند فکری و عملی مباحث**،۱۳۸-۱۳۹

[۵۹]۔**المدخل الفقهی العام**،۱:۱۸۱

[۶۰]۔**فقه الشوری والا ستشاره**،۱۰۲۔

[۶۱]۔محمد زبیر، حافظ، **عصر حاضر میں اجتماعی اجتہاد تجزیاتی مطالعہ** (شیخ زاہد اسلامک سنٹر پنجاب یونیورسٹی لاہور۔۲۰۱۰ء)،۱۳۰

ہو رہا ہے۔ ان میں سے کسی کو حنفی یا شافعی یا حنبلی اور مالکی مسلک کی حدود میں محدود نہیں کیا جاسکتا۔ اس وقت دنیائے اسلام میں اسلامی دستور سازی کا کام ہو رہا ہے۔ حنفی دستور سازی یا ملکی اور حنبلی دستور سازی کا کام نہیں ہو رہا ہے۔ پاکستان میں اگر اسلامی دستور کی طرف پیش رفت ہوئی ہے تو وہ اسلامی دستور کی طرف پیش رفت ہوئی ہے کسی حنفی یا مالکی دستور کی طرف پیش رفت نہیں ہوئی ہے۔ اس لئے فقہ اسلامی کا یہ نیا ارتقاء اور یہ رجحان مسلکی نہیں بلکہ مسلکی حدود سے ماوراء ہے۔ اس لئے آئندہ آنے والے سال عشرے یا صدی مسلکوں کی صدی نہیں ہوگی بلکہ یہ فقہ اسلامی کی مشترک صدی ہوگی"۔[62]

ڈاکٹر محمود احمد غازی نے اس فرقہ کو سموپولیٹن فقہ کا یا ہر دیسی فقہ کا نام دیا ہے۔ ڈاکٹر طاہر منصوری نے بھی اجتماعی اجتہاد کی اہمیت پر زور دیا کہ نئے مسائل کا حل تمام مسالک کے فقہی ذخیرہ کو مد نظر رکھ کر کیا جائے۔ تاکہ پوری امت کے لئے ایک مشترک علمی وفکری قانونی سرمایہ میسر کیا جاسکے۔[63]

حاصل کلام

اجتماعی اجتہاد کا رجحان برصغیر میں پایا جانے والا عصر حاضر کا اہم ترین رجحان ہے۔ فقہ اسلامی کی تاریخ کو دیکھا جائے تو فقہ اسلامی پرائیویٹ طریقوں پر رائج رہی ہے، مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ تصور ابھرا کے مسلم ممالک میں اجتماعی اجتہاد کو فروغ ملنا چاہیے۔ برصغیر میں اس رجحان کی حامل مضبوط اوازیں، علامہ محمد اقبال مولانا محمد تقی امینی مولانا محمد یوسف بنوری ڈاکٹر حمید اللہ اور ڈاکٹر محمود احمد غازی ہیں۔ اجتماعی اجتہاد کئی صورتوں میں ممکن ہے۔ مثلا ایک صورت یہ ہے کہ اجتہاد مطلق تو نہ کیا جائے. البتہ ضرورت پڑنے پر ائمہ اربعہ کے اصولوں کی روشنی میں مسائل کو حل کیا جاسکتا ہے. لیکن ان فقہاء نے اجتماعی اجتہاد کے لیے مجتہدین کی شرائط بھی طے کی ہیں جس کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے اجتماعی اجتہاد جدید رجحان ہے، اس لیے اس کی تعریفات بھی مختلف حضرات نے مختلف کی ہیں۔ ایک تعریف پر ابھی تک اتفاق نہیں ہو سکا۔ عصر حاضر میں جب دنیا گلوبل ولج کی صورت اختیار کر چکی ہے اجتماعی اجتہاد کی اشد ضرورت محسوس کی جارہی ہے۔ اجتماعی اجتہاد کے لیے ممکنہ صورتیں یہ ہو سکتی ہیں، زمانہ مکان اور عرف میں تبدیلی، مصلحت کی تبدیل ہونے پر، اجتماعی نوعیت کے مسائل میں، قانون سازی میں، عدالتی معاملات میں، اقتصادی امور وغیرہ میں اجتماعی اجتہاد۔ امت کو جوڑنے، عوام الناس کے خدشات کا ازالہ کرنے اور فقہ اسلامی کی اہمیت اجاگر کرنے کے لیے عصر حاضر میں جس رجحان کی سب سے زیادہ اہمیت ہے، وہ اجتماعی اجتہاد کا رجحان ہے۔ کیونکہ اس انقلابی دور میں پل پل تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں اس وقت فرد واحد کا تمام اجتہادی مسائل پر عبور ناممکن نہ سہی لیکن مشکل ضرور ہے۔ اس کا حل مل بیٹھ کر مسائل کو حل کرنا ہے۔ جس سے عوام کا علماء پر اعتماد بھی بڑھے گا، لوگ دین کے قریب بھی ہوں گے۔ مگر فی الحال صورتحال یہ ہے کہ اجتماعی اجتہاد جیسے اہم معاملہ میں کسی ایک تعریف پر اتفاق نہ ہو سکا۔ اس لئے اجتماعی اجتہاد کو قابل عمل بنانے کے لئے لازم ہے کہ اس پر محققین مل بیٹھ کر سنجیدگی سے غور و فکر کریں۔ اجتماعی اجتہاد کا نظریہ اپنے دامن میں بہت وسعت لئے ہوئے ہے۔ اس لئے اس میں تمام مکاتب فکر کے لوگ شامل ہوسکتے ہیں۔ حتیٰ کہ اپنے مذہب و مسلک میں رہتے ہوئے بھی اجتماعی اجتہاد میں وسعت موجود ہے۔ اس وسعت سے نفع حاصل کیا جانا چاہیے۔

---

[62] - **محاضرات فقہ**، ۴۷۷_۴۷۸۔

[63] - **اجتماعی اجتہاد، تصور، ارتقاء اور عملی صورتیں** ص۔ل۔

کتابیات

القرآن الکریم

ابن ماجۃ، محمد بن یزید القزوینی، **سنن ابن ماجه**۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ۔

ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، **سنن ابی داؤد**۔ بیروت: دار الرسالۃ العالمیہ، ۲۰۰۹ء۔

ارشاد الفحو ل (بیروت: دار الفکر، ۱۴۱۲ھ)

بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح** ۔ بیروت: دار القلم، ۱٤۰۱ھ۔

تحسین فراقی، **اقبال چند نئے مباحث** (اقبال اکادمی لاہور ۲۰۰۳ء)

ترمذی، ابو عیسیٰ، محمد بن عیسی، **الجامع الصحیح السنن الترمذي**۔ بیروت: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء۔

حافظ محمد زبیر، **عصر حاضر میں اجتماعی اجتہاد تجزیاتی مطالعہ** (شیخ زاہد اسلامک سنٹر پنجاب یونیورسٹی لاہور۔ ۲۰۱۰ء)

حمید اللہ، ڈاکٹر، **الاجتهاد فی عصر الصحابه** (اسلام آباد: الدراسات الاسلامیہ مجلۃ الاسلامیہ العلمیہ مجمع البحوث الاسلامیہ الجامعہ الاسلامیہ یولیو تا ستمبر ۱۹۸۴ء۔

ڈاکٹر حمید اللہ، **امام ابو حنیفہ کی تدوین قانون اسلامی** (کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۸۳)، ۲۳_۲۱؛ ڈاکٹر حمید اللہ، **خطبات بہاولپور** (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۹۷ء)

ڈاکٹر سفیان محمد اسماعیل، **الاجتهاد الجماعی ورور المجامع الفقحصیه فی تطبیقه**،

ڈاکٹر عبد المجید السوسوۃ، **الاجتهاد الاسلامی فی التشریح الاسلامی**،

ڈاکٹر محمد طاہر منصوری، **فقہ کی تشکیل جدید میں اجتماعی اجتہاد کا کردار مشمولہ عصر حاضر میں اجتہاد اور اس کی قابل عمل صورتیں**

ڈاکٹر محمود احمد غازی، **محاضرات فقہ** (لاہور: الفیصل ناشران کتب، ۲۰۰۵ء)

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی، **الاجتہاد الجماعی واھمیتہ فی مواجھۃ مشکلات العصر** (اسلام آباد: الدراسات الاسلامیہ، رئیس التحریر، محمد الغزالی مجمع البحوث الاسلامیہ العدل الاول، المجلد الاربعون ذوالقعدہ محرم ۱۴۲۶ھ)

رازی، فخر الدین، **المحصول فی علم الاصول**۔ لبنان بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۸ھ۔

زحیلی، وھبہ، **اصول فقه الاسلامی**۔ دمشق: دار الفکر، ۱۴۰۶ھ۔

زرقاء، مصطفی، **المدخل الفقهی العام**۔ بیروت: دار الفکر، س ن۔

زہیلی، وھبہ، ڈاکٹر، **الاجتهاد فی الشریعة الاسلامیه مشمولة الاجتهاد**۔ ریاض: جامعہ محمد بن مسعود، ۱۹۸۱ء۔

صبحی محمصانی، **فلسفہ شریعت اسلام**، مترجم مولوی محمد احمد رضوی (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۹ء)

عبد الحمید السوسوہ اشرفی، **الاجتهاد الجماعی فی التشریح الاسلامی** (قطر: وزارت اوقاف دینی امور ۱۴۱۸ھ)، ۴۶۔

عبد اللہ بن عبد الرحمان دارمی، **سنن الدارمی** (بیروت: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ)

علامہ محمد اقبال، **قومی زندگی مشمولہ مقالات اقبال**، مرتبہ عبد الواحد معینی (لاہور: شیخ محمد اشرف ۱۹۶۳ء)، ۴۳، ۴۲۔

علامہ محمد اقبال، **تشکیل جدید الہیات**، مرتب سید نذیر نیازی (لاہور: بزم اقبال ۲۰۰۰ء)، ۲۴۹-۲۴۸۔

ماہنامہ الشریعہ، نومبر ۲۰۰۶ء، ۵۔

محمد الزرقانی، **مقدمہ شرح الزرقانی علی الموطا الامام مالک** (قاہرہ: المکتبہ التجاریہ، ۱۳۵۵ھ)

محمد رشید رضا، **الخلافۃ اوالامارۃ العظمی** (مطبعۃ المنار ۱۳۴۱ھ) ۹۲_۹۴۔

مولانا ابوالاعلی مودودی، **اسلامی ریاست** (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز)

وہبہ الزحیلی، ڈاکٹر، **الاجتہاد الجماعی واھمیتہ فی مواجھۃ مشکلات العصر** (اسلام آباد: الدراسات الاسلامیہ، رئیس التحریر، محمد الغزالی مجمع البحوث الاسلامیہ، العدل الاول، المجلد الاربعون ذوالقعدہ محرم ۱۴۲۶ھ۔

Ahmed Hasan, *The Doctrine of Ijma in Islam* (Islamabad: Islamic Research Institute Islamabad ١٩٧٨), ٢٤٤-٢٥٠.

N. J. Coulson, *A History of Islamic Law* (Edinburg: Edinburgh University Press, ١٩٦٤), ١٥٢.

Dr Qutub Mustafa Sanu, "Qira atan Tahleliyyatan fi majalat il Ijtihad il jamae il Manhood," Retrieved September ١٣, ٢٠٠٩ from http://www.alwihdah.com/view.php?cat=١&id=٦٨٢

Sheikh Abdul Sattar Abdul Jabbar, "Muas'sasah Alifta Aljimae," Retrieved August ٢٩ ,٢٠٠٩, from http://www.majlis-iq.org/Araa.htm